سیدنا علیؓ اور خلفاء ثلاثہؓ کے باہمی تعلقات

ابو سلیم اللہ خرم آبادی

قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے ﴿اشداء علی الکفار رحماء بینھم﴾(الفتح ۲۹)"کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم دل ہیں"۔ انکے آپس کے تعلقات ' انکا ایک دوسرے کے ساتھ سلوک 'باہمی محبت 'اکرام واحترام 'پاسداری اور حقوق کی ادائیگی کے واقعات اس نص قرآنی کی تائید کرتے ہیں۔

اسکے خلاف جو بھی بیان کیا جاتا ہے وہ قرآن کی تکذیب 'تاریخ کی تغلیط اور تربیت نبوی کے بارے میں بدگمانی کے مترادف ہے۔ بطور دلیل چند واقعات پیش خدمت ہیں:۔

1- حضرت عقبہ بن حارث فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر عصر کی نماز پڑھ کر ٹہلنے لگے۔ انہوں نے حضرت حسنؓ کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے انہیں اپنے کندھے پر بٹھالیا اور فرط محبت سے کہا" میرا باپ قربان ہو 'رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہے علیؓ سے مشابہ نہیں"۔ حضرت علیؓ سن کر ہنس رہے تھے۔ (بخاری ۱/۵۳۰)

2- حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرض موت میں آخر دم تک تیمارداری کرتی رہی اور انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دلایا 'کفن پہنایا۔ (الامالی للطوسی ۱/۱۰۷ 'جلاء العیون ص ۲۳۵۔ ۲۴۲ 'کشف الغمہ ۱/۵۰۴ بحوالہ الشیعہ واہل بیت (اردو) ص ۱۳۰)۔

3- حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد اسی اسماء بنت عمیسؓ سے حضرت علیؓ نے شادی کی اور ان سے یحیٰ بن علی پیدا ہوئے۔ (مجالس المومنین للشوستری 'الارشاد للمفید ص ۱۸۶ بحوالہ شیعہ واہل بیت)

4- حضرت محمد باقر رحمہ اللہ نے حضرت صدیقؓ کی پوتی ام فروہ بنت قاسم سے شادی کی جن سے ابو عبداللہ جعفر صادق پیدا ہوئے۔ (کتاب الحجۃ۔ الاصول من الکافی ۱/۴۷۶)۔ اور آپکی نانی حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھیں۔ اسلئے جعفر صادق کہتے تھے "ابو بکرؓ نے مجھے دو دفعہ جنم دیا ہے"۔ (عمدۃ الطالب ص ۱۹۵ بحوالہ شیعہ واہل بیت ص ۱۳۳)۔

5- حضرت علیؓ نے اپنی پیاری بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروقؓ سے کرادیا (الفروع من الکافی ۳۴۶/۵) دس ہزار دینار مہر رکھا (تاریخ یعقوبی ۱۴۹/۲ بحوالہ شیعہ واہل بیت ص ۱۷۷)۔

6- حضرت حسینؓ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم ہمارے پاس آتے اور بیٹھتے نہیں؟ سیدنا حسینؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے گھر پر گیا اس وقت دروازہ پر خود انکے فرزند عبداللہؓ انتظار کر رہے تھے میں یہ دیکھ کر واپس چلا آیا۔ اسکے بعد جب ملاقات ہوئی تو فرمایا بیٹے ہمارے پاس آئے نہیں؟ میں نے جواب دیا میں آیا تھا لیکن اس وقت آپ خلوت نشین تھے۔ میں نے دیکھا کہ خود آپکے فرزند عبداللہؓ اجازت کے منتظر ہیں تو میں واپس آگیا فرمایا" عبداللہ

بن عمرؓ کو اجازت ہوتی یا نہ ہوتی تم اندر آسکتے تھے۔ ہمارے دل و دماغ میں ایمان کی جو تخم ریزی ہوئی وہ اللہ کا احسان ہے پھر تمہارے گھرانے ہی کا فیض ہے" یہ کہہ کر میرے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔

7- ابن سعد حضرت جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت محمد باقر سے وہ امام زین العابدین سے' کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس یمنی کپڑے کے جوڑے آئے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں تقسیم کر دیے وہ یہ پوشاک پہن کر مسجد نبوی میں آئے۔ آپؓ روضہ مبارک اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھے تھے لوگ آکر سلام کرتے اور دعا دیتے تھے۔ اتنے میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ آئے انکے جسم پر تقسیم شدہ جوڑا نہیں تھا انکو دیکھ کر حضرت عمرؓ افسردہ اور اداس ہو گئے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے ؟ آپ نے فرمایا میں ان بچوں کی وجہ سے مغموم ہوں کہ انکے بدن کے مطابق کوئی جوڑا نہیں تھا' سب بڑی عمر والوں کیلئے تھے۔ پھر آپ نے یمن میں اپنے عامل (گورنر) کو لکھا کہ حسنؓ اور حسینؓ کیلئے دو حلے (جوڑے) جلدی بھجواس نے دو حلے بھیج دیئے آپ نے ان دونوں کو پہنایا تب اطمینان ہوا۔ (دو متضاد تصویریں ص ۴۰'۴۱)۔

آیئے کچھ تذکرہ کرتے ہیں سیدنا علیؓ کے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ خصوصی تعاون کا۔ سیدنا علیؓ نے خلفاء ثلاثہ سے پورا تعاون کیا۔ بہت سے نازک موقعوں پر انکے صائب مشورے بڑے مفید اور قیمتی ثابت ہوئے۔

حضرت علیؓ دور صدیق اکبرؓ میں معاون اور بہترین مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ سیدنا علیؓ نے مسلمانوں کے مفاد میں خلافت صدیقی کے اقدامات کو کامیاب بنانے میں صحیح اور مخلصانہ مشورہ دینے اور تعاون کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

1- اسکی ایک واضح اور روشن مثال یہ ہے کہ جب خلیفہ اولؓ نے مرتدین کے خلاف فوجی کارروائیوں کی بذات خود قیادت کرنے کا ارادہ کیا بلکہ اس مقصد کے لئے آپ اپنی اونٹنی پر بیٹھ گئے تھے کہ حضرت علیؓ نے اسکی مہار پکڑی اور کہا کدھر جانے کا ارادہ ہے ؟ ہم سب کو اپنی دائمی جدائی کا صدمہ نہ دو۔ مدینہ واپس جاؤ۔ اللہ کی قسم اگر آپکو کوئی حادثہ پیش آیا تو اسلام کا شیرازہ ہمیشہ کیلئے بکھر جائیگا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ واپس ہو گئے (تاریخ ابن کثیر ۷/۱۲۹)

اگر حضرت علیؓ کے دل میں حضرت ابوبکرؓ سے کوئی عداوت ہوتی تو ان کے لئے یہ سنہرا موقع تھا انہوں نے ثابت کیا کہ وہ حضرت ابوبکر کے دشمن نہیں بلکہ بہترین دوست اور ساتھی ہیں۔

2- سیدنا علیؓ کو صدیق اکبرؓ سے کتنی محبت اور عقیدت تھی ؟ اسکا اندازہ انکے اس بصیرت افروز خطبے سے لگایا جاسکتا ہے جس میں سیدنا علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خوبیوں اور فضائل کو بیان کر کے دشمنان صحابہ کیلئے سامان عبرت مہیا کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "اللہ کی رحمتیں ہوں آپ پر اے ابوبکرؓ واللہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے سب سے زیادہ آپکا ایمان مکمل تھا۔ سب سے زیادہ آپ کا یقین پختہ تھا۔ آپ سب سے زیادہ اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ پر سب سے زیادہ اعتماد رکھنے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ' اخلاق حسنہ' خوبی اور بلندی کردار سے آپؓ ہی کو سب سے زیادہ مشابہت اور مناسبت تھی۔ اللہ کے نبی ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم اور زیادہ معتمد آپ ہی تھے۔ آپ ہی نے

رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی جب سبھی لوگوں نے تکذیب کی تھی۔اسی لئے اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں آپکو صدیق قرار دیا ﴿والذی جاء بالصدق و صدق به اولئك هم المتقون﴾ آپ نے اسوقت رسول اللہ ﷺ کی غمخواری کی جب سبھی لوگ پیچھے مڑ رہے تھے۔آپ انکے ساتھ اس وقت کھڑے ہوئے جب لوگ بیٹھ رہے تھے۔سختی اور مصیبت کے وقت انکا بھرپور ساتھ دیا جبکہ لوگ ساتھ چھوڑ رہے تھے۔﴿ثانی اثنین﴾ کا اعزاز محبت رکھنے والے 'ہجرت میں آپکے رفیق' آپکو دلاسا دینے والے !امت میں انکا بہترین جانشینی کا حق ادا کرنے والے آپ ہی تھے۔آپ اس وقت مضبوط رہے جس وقت آپکے ساتھی ڈھیلے تھے۔آپ ایسے وقت کامیاب رہے جب دوسرے ناکام رہے۔قوت کے ساتھ اس وقت چلے جب لوگ رک رہے تھے۔دل کے سب سے زیادہ شجاع' عمل میں سب سے برتر' آپ اس شان کے تھے جنکے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہے "جسم کے کمزور اور اللہ کے حقوق ادا کرنے میں قوی' اپنی ذات کے لحاظ سے منکسر المزاج مگر اللہ کے نزدیک ذی وجاہت' آسمان و زمین میں پسندیدہ"۔اللہ تعالی آپکو ہماری طرف سے بہترین صلہ اور جزائے خیر عطا فرمائے"۔(المرتضٰی ص ۱۵۶)۔

سیدنا علیؓ عہد فاروقی میں :۔ حضرت علیؓ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ کے خیر خواہ' قابل اعتماد مشیر اور رفیق تھے سیدنا علیؓ کو اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کس قدر عزیز تھی اور حضرت عمر کے وہ کس قدر مخلص ساتھی تھے اسکا صحیح اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مسلمانوں نے فارس میں "العلا" کی فوج کو شکست دے کر "الا هواز" فتح کر لیا تو اہل فارس نے اپنے بادشاہ یزدگرد سے مراسلت کی اور مسلمانوں کے مقابلے کیلئے تقریباً ڈیڑھ لاکھ سپاہی اکٹھے کئے چنانچہ نہاوند کا معرکہ پیش آیا۔اسلامی لشکر کے قائد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس واقعے کی خبر امیر المومنین عمر فاروقؓ کو بھجی۔ حضرت عمرؓ نے اہل شوری کی ہنگامی میٹنگ بلائی اور فرمایا حالات سخت خطرناک ہیں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میرے ساتھ جو لوگ ہیں انکو لیکر چلوں اور انکو دشمن کے مقابلے میں کھڑا کر کے خود انکی پشت پناہی کروں۔بڑے بڑے صحابہ کرام نے حمایت کی لیکن حضرت علیؓ نے اس رائے کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا "امیر امومنین آپ مدینہ نہ چھوڑیں فوج کی قیادت کیلئے کسی اور کو اپنا نائب بنائیں۔اگر آپ اس میں شامل ہو گئے اور آپکو شکست ہوگئی تو مسلمانوں کیلئے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی جس کا تدارک نہیں ہو سکے گا۔لہذا آپ کسی اور تجربہ کار شخص کو امیر لشکر بنا کر بھیج دیں اور اسکے ساتھ جنگ آزمودہ اور قربانی کا جذبہ رکھنے والوں کی ایک جماعت ساتھ کر دیجئے اگر اللہ نے کامیابی عطا فرمائی تو یہی ہمارا مطلوب و مقصود ہے اور اگر دوسری بات پیش آگئی تو آپ مسلمانوں کیلئے جائے پناہ اور سہارا بنیں گے"۔حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو پسند فرما کر اس پر عمل کیا۔(نہج البلاغہ ۴۴۰)۔حضرت علیؓ کی اس مخلصانہ رائے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے حد درجہ مخلص ساتھی اور خیر خواہ مشیر تھے اگر انکے آپس میں دشمنی ہوتی تو سیدنا علیؓ حضرت عمرؓ کو ایسا بہتر مشورہ نہ دیتے۔

-2 حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بیت المقدس کی طرف بھیجا تھا ابو عبیدہ بن

جراحؓ نے وہاں سے خط لکھا کہ بیت المقدس کی فتح آپکی آمد پر موقوف ہے۔ عیسائی یہ کہ رہے ہیں کہ اگر تمھارا امیر (خلیفہ) خود آکر صلح کی دستاویز اپنے ہاتھ سے لکھے تو ہم مسجد اقصیٰ کی چابیاں انکے حوالہ کردیں گے۔ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے پھر اہل شوریٰ کی مجلس طلب کی اور صحابہ کرام سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ بعض ساتھیوں نے آپکو وہاں نہ جانے کا مشورہ دیا اس موقع پر سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا "امیر المومنین آپکو وہاں ضرور جانا چاہئے کیونکہ اس میں ایک تاریخی اعزاز ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا یہ بات ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی"۔ حضرت عمرؓ کو یہ رائے پسند آئی اور اپنی جگہ سیدنا علیؓ کو امور خلافت کی ذمہ داری سونپ کر شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ (تاریخ ابن کثیر ۷/۱۲۹)

فاروق اعظمؓ کی شہادت پر سیدنا علیؓ کا غم: حضرت عمرؓ کو شہید کئے جانے کے بعد جسم مبارک چادر سے ڈھکا ہوا تھا اتنے میں حضرت علیؓ آئے اور حضرت عمرؓ کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر فرمایا "ابو حفص اللہ کی رحمتیں ہوں آپ پر "اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکے نامہ اعمال کو لے کر میں اللہ کے پاس جانا پسند کروں۔ (مسند احمد ۱/۱۰۹) اس دن آپ رو رہے تھے ان سے پوچھا گیا تو فرمایا عمرؓ کی وفات پر رو رہا ہوں۔ کیونکہ عمرؓ کی موت کی وجہ سے اسلام کے اندر ایسا شگاف پیدا ہوا ہے جو قیامت تک بند نہیں کیا جا سکے گا (المرتضیٰ ص ۱۸۶)

سیدنا علیؓ کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ تعاون: حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کی طرح حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ بھی بھرپور اور مخلصانہ تعاون کیا اور ان کے وزیر و مشیر اور دلی دوست کی حیثیت سے امور خلافت میں اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ جس وقت حضرت عثمانؓ کو محصور کیا گیا اس وقت صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سیدنا عثمانؓ کا پہرہ دے رہی تھی۔ ان میں سیدنا حسنؓ اور حسینؓ اور حضرت علی کا غلام قنبر بھی شامل تھا۔ سیدنا علیؓ نے بارہا بلوائیوں سے لڑنے کے لئے امیر المومنین سیدنا عثمان سے اجازت مانگی لیکن آپؓ نے انہیں اجازت نہ دی۔ سیدنا عثمانؓ نے پانی مانگا تو سیدنا علیؓ نے اس مشکل لمحے میں آپکو پانی فراہم کیا۔ باغیوں نے جب خلیفہ ثالث کو شہید کر ڈالا تو سیدنا علیؓ انکے گھر پہنچے اور اپنے مایہ ناز فرزندوں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ سے فرمایا۔ "تمھاری موجودگی میں امیر المومنین کیسے قتل ہوگئے"۔ پھر غصے سے حضرت حسنؓ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسینؓ کے سینے پر بھی مارا اور محمد بن مسلمہ اور عبداللہ بن زبیر کو خوب ڈانٹ پلائی۔ (تاریخ ابن کثیر ۷/۲۰۷ العواصم من القواصم ۲۲۸)۔

مذکورہ بالا روشن حقائق سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ سیدنا علیؓ خلفائے ثلاثہؓ کے سچے دوست، مخلص ساتھی اور بہترین مشیر تھے۔ سیدنا علیؓ کے ان فرمودات اور کردار کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ (نعوذ باللہ) خلفاء ثلاثہ، سیدنا علیؓ اور اہل بیت کے دشمن تھے تو ایسے شخص کے عقل میں فتور ہے۔ نہ قرآن مجید پر اسکا ایمان ہے نہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر اور نہ خود سیدنا علیؓ کے فرمودات پر اسے اعتبار ہے۔